حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ



مرتب

محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

حضرت سلمان فارسیؓ



مرتب

محمد طاہر بھٹی چک قاسم کا

نام کتاب========== حضرت سلمان فارسیؓ

صفحات ========== ۵۳

قیمت ========== 0

موبائل نمبر

03477172726 , 03183625575

پتہ

چک قاسمکا تحصیل وضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ (۱)

صحابی کی تعریف

صحابی سے مراد وہ شخص ہے جسے اپنی زندگی میں بحالتِ اسلام اپنی آنکھوں سے براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف نصیب ہوا، اور پھر وہ مسلسل تادمِ آخر دینِ اسلام پر قائم

۱۔ سنن نسائی باب: (خطبہ جمعہ کی کیفیت کا بیان ۱٤۰۵) سنن ابی داود/ النکاح ۳۳ (۲۱۱۸)، وقد أخرجہ: سنن الترمذی/ النکاح ۱۷ (۱۱۰۵)، سنن ابن ماجہ/ النکاح ۱۹ (۱۸۹۲)، (تحفۃ الأشراف: ۹۶۱۸)، مسند احمد ۱/ ۳۹۲، ۴۳۲، سنن الدارمی/ النکاح ۲۰ (۲۲۴۸) (صحیح)

رہا، اور اسی حالت میں اس کی وفات ہوئی۔ (۱)

اہلِ علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ امت کا کوئی اعلیٰ ترین فرد بھی کسی ادنیٰ صحابی کے مقام و مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا...... کیونکہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مقدس و برگزیدہ ترین افراد تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست استفادہ و کسبِ فیض کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دین سیکھا، اللہ کا کلام سیکھا، حکمت و دانش سیکھی...... آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت اور فیضِ نظر کی بدولت یہ حضرات پاکیزہ و برگزیدہ ترین اشخاص بن گئے...... ان کے دلوں میں ایمان اس قدر راسخ و مضبوط ہو گیا کہ کوئی چیز انہیں کسی صورت راہِ حق سے برگشتہ و منحرف نہیں کرسکتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کے ایمان کو رہتی دنیا تک تمام بنی نوعِ انسان کیلئے مثال

۱۔: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از: صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ، صفحہ: ۷۸۳، جلد: ۲ (باب: حب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین وایمان، وبغضہم کفر ونفاق وطغیان) نیز: مصطلح الحدیث، از: محمد بن صالح العثیمین، ص: ۵۴۔

اور معیار قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: {فَاِن آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمنتُم بِہٖ فَقَدِ اھتَدَوا)۔[۱]

ترجمہ: (اگر وہ لوگ بھی اسیطرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو، تب وہ راہِ راست پر آجائیں گے۔

یعنی اصل اور حقیقی ایمان تو وہی ہے جو حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں موجزن تھا۔

اسی طرح قرآن کریم میں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشادِ ربانی ہوا:

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیکُمُ الاِیمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِی قُلُوبِکُم وَکَرَّہَ اِلَیکُمُ الکُفرَ وَالفُسُوقَ وَالعِصیَانَ أُولٰٓئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُونَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَنِعمَۃً وَاللّٰہُ عَلِیمٌ حَکِیمٌ۔[۲]

۱۔ البقرۃ [۱۳۷]

۲۔ الحجرات [۷۔۸]

ترجمہ: (......لیکن اللہ تعالیٰ نے ہی ایمان کو تمہارے دلوں میں محبوب بنادیا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے۔اور کفر کو، اور گناہ کو، اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنادیا ہے، یہی لوگ راہ یافتہ ہیں۔اللہ کے انعام واحسان سے ۔اور اللہ دانا اور باحکمت ہے)

یقیناً یہ آیت خالق ارض وسماء کی طرف سے ان حضرات کے حق میں بہت بڑی گواہی ،نیز ان کے ایمان اور رشد وہدایت پر ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔

اس سلسلے میں مزید قابلِ ذکر یہ کہ خود قرآن کریم میں ان حضرات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ کیلئے رضامندی وخوشنودی کی خوشخبری سے شادکام کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

{رَضِيَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوا عَنۡہُ}۔[1]

ا۔)المائدۃ[۱۱۹]۔التوبۃ[۱۰۰]۔ البینۃ[۸]

یعنی ''اللہ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں)

زبانِ رسالت سے صحابہ کے چنندہ ہونے کی خوشخبری دی گئی، جن میں سے چند احادیث کا ترجمہ یہاں پیش کیا جارہا ہے:

إِنَّ اللهَ اخْتَارَ أَصْحَابِيْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ....وَقَالَ فِيْ أَصْحَابِيْ كُلُّهُمْ خَيْرٌ۔ [۱]

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا اور فرمایا: میرے سب ہی صحابہ بھلائی والے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: (خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم)۔ [۲]

یعنی بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں ؑ پھر وہ لوگ جو اُن کے بعدؑ اور پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد)

نیز ارشادِ نبوی ہے: (لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوأَنَّ أَحَدَكُم

۱۔(مجمع الزوائد:۱۰/۱۶)

۲۔بخاری [۳۶۵۱] باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نیز: مسلم [۲۵۳۳] باب فضل الصحابہ۔

أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ) [۱]۔

یعنی ''میرے ساتھیوں کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی وہ اُس اجر وثواب کا مستحق نہیں بن سکتا جو میرے ساتھیوں میں سے محض مٹھی بھر (اناج) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کیلئے ہے''۔(۲)

اسی طرح ارشادِ نبوی ہے: (اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضاً مِن بَعْدِي ، فَمَن أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ ، وَمَن أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ ، وَمَن آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَن آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَن آذَى اللّٰهَ فَيُوشِكُ أَن

۱۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ المصابیح [۵۹۹۸] باب مناقب الصحابہ (۳) اُس دور میں ''مُد'' غلہ واناج تولنے کیلئے ایک پیمانہ تھا۔

يَأْخُذَه)۔[۱]

ترجمہ: (میرے ساتھیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم میرے بعد انہیں [اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر] نشانہ نہ بنانا، جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے، اور جو کوئی ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں کوئی اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی، اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اللہ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا"۔

حضرت ابنِ مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: صحابۂ رسول اس امت کے سب سے افضل افراد تھے، جو دل کے اعتبار سے بہت نیک، علم کے لحاظ سے سب سے پختہ اور تکلفات کے اعتبار سے سب سے زیادہ

۱۔ ترمذی [۳۸۶۲] باب فی من سبّ أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دور رہنے والے تھے۔ [۱]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خدا کی قسم ہے کہ صحابہ کرام میں کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوجائے غیر صحابہ سے ہر شخص کی عمر بھر کی عبادت وعمل سے بہتر ہے اگرچہ اس کو عمر نوح (علیہ السلام) عطا ہوجائے۔ [۲]

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ''فرقِ مراتب''

یقیناً حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام جماعت ہی برگزیدہ ترین ہے۔

البتہ اہلِ علم نے ان میں باہم ''فرقِ مراتب'' اور ''تفاضل'' بیان

۱۔ (رزین، مشکوٰۃ: ۱/ ۳۲)

۲۔ (ابوداؤد، باب فی الخلفاء، حدیث نمبر ۴۰۳۱)

کیا ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

مجموعی طور پر تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے بلند ترین مقام و مرتبہ ان دس خوش نصیب ترین حضرات کا ہے جنہیں ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے ایک ساتھ جنت کی خوشخبری سے شادکام فرمایا اور اسی مناسبت سے انہیں ''عشرہ مبشرہ'' یا ''العشرۃ المبشرون بالجنۃ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ [۱]

اور پھر ان ''عشرہ مبشرہ'' میں سے بلند ترین مقام و مرتبہ چاروں ''خلفائے راشدین'' کا ہے۔

پھر حضرات ''خلفائے راشدین'' میں فرقِ مراتب ان کی ترتیب کے مطابق ہے، یعنی خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، خلیفۂ سوم حضرت

۱۔ ملاحظہ ہو حدیث: (ابوبکر فی الجنۃ، وعمر فی الجنۃ، وعثمان فی الجنۃ، وعلی فی الجنۃ، وطلحۃ فی الجنۃ، والزبیر فی الجنۃ، وعبدالرحمن بن عوف فی الجنۃ، وسعد فی الجنۃ، وسعید فی الجنۃ، وأبوعبیدۃ بن الجراح فی الجنۃ) (ترمذی [۳۷۴۷] عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابواب المناقب)۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اور خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

☆ ہجرتِ مدینہ سے قبل دینِ اسلام قبول کرنے والوں کا مقام ومرتبہ ہجرت کے بعد اسلام قبول کرنے والوں سے بلند ہے۔

☆ غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں کا مقام ومرتبہ دوسروں سے زیادہ ہے۔

☆ بیعتِ رضوان کے موقع پر جو حضرات شریک تھےؓ ان کا مقام ومرتبہ دوسروں سے بڑھا ہوا ہے...... نیز ان کیلئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے بطورِ خاص رضامندی وخوشنودی کا اعلان ہے۔[١]

☆ فتحِ مکہ سے قبل مشرف باسلام ہونے والوں کا مقام ومرتبہ فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں سے زیادہ ہے۔

لہٰذا سب سے کم مقام ومرتبہ ان حضرات کا ہے جو فتحِ مکہ کے

١۔ ارشادِ ربانی {لَقَدْ رَضِيَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ......} کی تفسیر ملاحظہ ہو (سورۃ الفتح:١٨)

بعد مسلمان ہوئے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

{لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ}۔[۱]

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں، بلکہ وہ اُن سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، ہاں البتہ بھلائی کا وعدہ تو اللہ نے

۱۔ سورۃ الحدید [۱۰]

ان سب سے کیا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ [۱]

احقر

محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

۱۔) یعنی فتحِ مکہ سے قبل چونکہ مسلمان کمزور تھے اور مشکل حالات سے گذر رہے تھے لٰہذا ان مشکلات کے باوجود جس کسی نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد بھی کیا، اس کا مقام و مرتبہ فتحِ مکہ کے بعد یہ کام انجام دینے والوں سے زیادہ ہے۔ لٰہذا اجر و ثواب میں نیز مقام و مرتبے میں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔
ہاں البتہ اسی آیت کے آخری حصے میں یہ وضاحت بھی آ گئی ہے کہ صحابۂ کرام کے ان دونوں گروہوں میں اگرچہ فرقِ مراتب تو ضرور ہے......لیکن اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فتحِ مکہ کے بعد دینِ اسلام قبول کرنے والے صحابۂ کرام کیلئے بھی ''حُسنیٰ'' یعنی ''بھلائی کا وعدہ'' موجود ہے۔

نام ونسب

نسبی تعلق اصفہانی کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام” مابہ“ تھا،اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا اور بارگاہ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابوعبداللہ کنیت ہے سلسلہ نسب یہ ہے، مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن بیہودان بن فیروز بن سہرک۔

قبل اسلام

آپ کے والد اصفہان کے” جی“ نامی قریہ کے باشندہ اور وہاں کے زمیندار وکاشت کار تھے،ان کو حضرت سلمانؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیوں کی طرح گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے، آتشکدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق کر رکھی تھی، چوں کہ مذہبی جذبہ ان میں ابتدا سے تھا، اس لیے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی میں سخت غلو رہا اور نہایت سخت مجاہدات

کیے، شب وروز آگ کی نگرانی میں مشغول رہتے تھے، حتیٰ کہ ان کا شمار ان پجاریوں میں ہوگیا تھا، جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہیں دیتے ہیں۔

مجوسیت سے نفرت اور عیسائیت کا میلان

ان کے والد کا ذریعہ مُعاش زمین تھی، اس لیے زراعت کی نگرانی وہ بذات خود کرتے تھے، ایک دن وہ گھر کی مرمت میں مشغولیت کی وجہ سے کھیت خود نہ جا سکا اور اس کی دیکھ بھال کے لیے سلمان کو بھیج دیا، ان کو راستہ میں ایک گرجا ملا، اس وقت اس میں عبادت ہو رہی تھی، نماز کی آواز سن کر دیکھنے کے لیے گرجے میں چلے گئے نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا، اور مزید حالات کی جستجو ہوئی اور عیسائیوں کا طریقہ عبادت اس قدر بھایا کہ بیساختہ زبان سے نکل گیا کہ یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے، چنانچہ کھیتوں کا خیال چھوڑ کر اسی میں محور ہو گئے، عبادت ختم ہونے کے بعد

عیسائیوں سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے، انہوں نے کہا شام میں، پتہ پوچھ کر گھر واپس آئے، باپ نے پوچھا اب تک کہاں رہے، جواب دیا کچھ لوگ گرجے میں عبادت کررہے تھے مجھ کو ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ غروب آفتاب تک وہیں رہا، باپ نے کہا وہ مذہب تمہارے مذہب کا پاسنگ بھی نہیں، جواب دیا بخدا وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہیں برتر ہے، اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ خیال تبدیل مذہب کی صورت میں نہ ظاہر ہو، اس لیے بیڑیاں پہنا کر مقید کر دیا، مگر ان کے دل میں تلاش حق کی تڑپ تھی، اس لیے عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر آئیں تو مجھ کو اطلاع دینا، چنانچہ جب وہ آئے تو ان کو خبر کر دی، انہوں نے کہا جب واپس ہوں تو مجھ کو بتانا ، چنانچہ جب کاروان تجارت لوٹنے لگا تو ان کو خبر کی گئی، یہ بیڑیوں کی قید سے نکل کر ان کے ساتھ ہو گئے شام پہنچ کر دریافت کیا کہ یہاں

سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے،لوگوں نے بشپ کا پتہ دیا، اس سے جا کر کہا مجھ کوتمہارا مذہب بہت پسند ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کروں، اور مجھ کو اس مذہب میں داخل کرلو۔

تبدیل مذہب

چنانچہ مجوسیت کے آتشکدہ سے نکل کر،”آسمانی بادشاہت“کی پناہ میں آگئے مگر یہ بشب بڑا بداعمال اور بداخلاق تھا،لوگوں کوصدقہ کرنے کی تلقین کرتا، جب وہ دیتے تو اس کوفقراء اورمساکین میں تقسیم کرنے کے بجائے خود لے لیتا، اس طریقہ سے اس کے پاس سونے اور چاندی کے سات مٹکے جمع ہوگئے،حضرت سلمانؓ اس کی حرص کو دیکھ دیکھ کر پیچ وتاب کھاتے تھے،مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے،اتفاق سے وہ مرگیا،عیسائی شان وشوکت کے ساتھ اس کی تجہیز وتکفین کرنے کو جمع ہوئے،اس وقت انہوں نے اس کا سارا

اعمال نامہ ان لوگون کے سامنے کھول کر رکھ دیا، لوگوں نے پوچھا، تم کو کیسے معلوم ہوا، انہوں نے ان کو لے جا کر اس اندوختہ خزانہ کے پاس کھڑا کر دیا، تلاشی لی گئی تو واقعی سات مٹکے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے، عیسائیوں نے اس کی سزا میں نعش دفن کرنے کے بجائے صلیب پر لٹکا کر سنگسار کی، اس کی جگہ دوسرا پشب مقرر ہوا، یہ بڑا عباد و زاہد اور تارک الدنیا تھا، شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتا، اس لیے سلمانؓ اس سے بہت مانوس ہو گئے اور دلی محبت کرنے لگے، اور آخر تک اس کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے، جب اس کی موت کا وقت قریبا آیا تو اس سے کہا میں آپ کے پاس عرصہ تک نہایت لطف و محبت کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے اس لیے آئندہ کے لیے مجھ کو کیا ہدایت ہوتی ہے، اس نے کہا میرے علم میں کوئی ایسا عیسائی نہیں ہے جو مذہب عیسوی کا سچا پیرو ہو، سچے لوگ مر کھپ گئے اور موجودہ عیسائیوں نے

مذہب کو بہت کچھ بدل دیا ہے اور بہت سے اصول تو سرے سے چھوڑ ہی دیے ہیں، ہاں موصل میں فلاں شخص دین حق کا سچا پیرو ہے تم جا کر اس سے ملاقات کرو۔

موصل کا سفر

چنانچہ اس بشپ کی موت کے بعد حق کی جستجو میں وہ موصل پہنچے اور تلاش کر کے اس سے ملے اور پورا واقعہ بیان کیا کہ فلاں پادری نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ آپ کے یہاں ابھی تک حق کا سر چشمہ ابلتا ہے اور میں آپ سے مل کر اپنی تشنگی فرو کروں ،اس نے ان کو ٹھہرالیا، پہلے پادری کے بیان کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا، اس لیے سلمانؓ نے آئندہ کے متعلق اس سے بھی وصیت کی خواہش کی، اس نے نصیبین میں ایک شخص کا پتہ بتایا۔

نصیبین کا سفر

چنانچہ اس کی موت کے بعد وہ نصیبین پہنچے اور پادری سے مل کر دوسرے پادری کی وصیت بتائی، یہ اسقف بھی پہلے دونوں اسقفوں کی طرح بڑا عابد وزاہد تھا، سلمانؓ یہاں مقیم ہوکر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی دن اس کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا کہ اس کا وقت بھی آ پہنچا، حضرت سلمانؓ نے گذشتہ اسقفوں کی طرح اس سے بھی آئندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ میں گوہر مقصود کا پتہ بتایا۔

عموریہ کا سفر

چنانچہ اس کی موت کے بعد انہوں نے عموریہ کا سفر کیا اور وہاں کے اسقف سے مل کر پیام سنایا اور اس کے پاس مقیم ہو گئے، کچھ بکریاں خرید لیں، ان سے مادی غذا حاصل کرتے تھے اور صبر وشکر کے

ساتھ روحانی غذا استقف سے حاصل کرنے لگے، جب اس کا پیمانہ حیات بھی لبریز ہوگیا، تو حضرت سلیمانؓ نے اس کو اپنی پوری سرگذشت سنائی کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہیں، اس لیے میرا کوئی سامان کرتے جائیے، اس نے کہا بیٹا! میں تمہارے لیے کیا سامان کروں، آج دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں ہے، جس سے ملنے کا تم کو مشورہ دوں، البتہ اب اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستان عرب سے اُٹھ کر دین ابراہیم کو زندہ کرے گا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا، اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا، اور صدقہ اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر

اس اسقف کے مرنے کے بعد سلمان عرصہ تک عموریہ میں رہے، کچھ دنوں بعد بنو کلب کے تاجر ادھر سے گذرے، سلمانؓ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھ کو عرب پہنچا دو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمہاری نذر کر دوں گا، وہ لوگ تیار ہو گئے اور زبان حال سے یہ شعر

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک راہرو کے ساتھ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لیے۔

غلامی

لیکن ان عربوں نے وادی القریٰ میں پہنچ کر دھوکا دیا اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا؛ مگر یہاں کھجور کے درخت نظر آئے جس سے تو آس بندھی کہ شاید وہ منزل مقصود ہو،

جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن ہی قیام کیا تھا؛ کہ یہ امید بھی منقطع ہوگئی، آقا کا چچازاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے سلمانؓ کو اس کے ہاتھ بیچ دیا۔

غلامی اور مدینہ کا سفر

وہ اپنے ساتھ مدینہ لے چلا اور سلمان غلامی در غلامی سہتے ہوئے مدینہ پہنچے، ہاتف غیب تسکین دے رہا تھا کہ یہ غلامی نہیں ہے۔

اسی سے ہوگی ترے غم کدہ کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اس غلامی پر جو کسی کے آستانِ ناز تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے ہزاروں آزادیاں قربان ہیں، جوں جوں محبوب کی منزل قریب ہوتی جاتی تھی، کشش بڑھتی جاتی تھی اور آثار و علامات بتاتے تھے کہ شاید مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہوگیا اور دیدار جمال کی آرزو میں یہاں دن کاٹنے لگے۔

اس وقت آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ پر توافگن ہو چکا تھا؛ لیکن جو روستم کے بادلوں میں چھپا تھا، سلمانؓ کو آقا کی خدمت سے اتنا وقت نہ ملتا تھا کہ خود اس کا پتہ لگاتے آخر انتظار کرتے کرتے وہ یوم مسعود بھی آ گیا کہ مکہ کا آفتاب عالمتاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا، حرمان نصیب سلمانؓ کی شب ہجر تمام ہوئی اور صبح امید کا اجالا پھیلا، یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، سلمانؓ کھجور کے درخت پر چڑھے، کچھ درست کر رہے تھے، آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچازاد بھائی نے آ کر کہا اللہ بنی قیلہ کو غارت کرے سب کے سب قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے، یہ لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں، سلمانؓ کے کانوں تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر و شکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن میں سنسناہٹ پیدا ہو گئی اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت پر سے فرش زمین پر آ جائیں، اسی مدہوشی میں جلد از جلد

درخت سے نیچے اترے اور بدحواسی میں بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو، آقا نے اس سوال پر گھونسہ مار کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمانؓ خاموش ہو گئے۔

اسلام

لیکن اب صبر کسے تھا، کھانے کی چیزیں پاس تھیں، ان کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے کہ آپ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور کچھ غریب الدیار اور اہل حاجت آپ کے ساتھ ہیں، میرے پاس چیزیں صدقہ کے لیے رکھی تھیں، آپ لوگوں سے زیادہ اس کا کون مستحق ہوسکتا ہے، اس کو قبول فرمایئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود نوش نہ فرمایا، اس طریقہ سے سلمانؓ کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ وہ صدقہ نہیں قبول کرتے، دوسرے دن پھر ہدیہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی

چیزیں نہیں نوش فرمائی تھیں آج یہ ہدیہ قبول فرمایئے، آپ نے قبول کیا، خود بھی نوش فرمایا اور دوسروں کا بھی دیا، اسی طریقہ سے دوسری نشانی یعنی مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور باچشم پرنم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سامنے آؤ، سلمان نے سامنے آکر ساری سرگذشت سنائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دلچسپ داستان اتنی پسند آئی کہ اپنے تمام اصحاب کو سنوائی۔

حضرت سلمانؓ اتنے مرحلوں کے بعد دین حق سے ہم آغوش ہوئے اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر آقا کے گھر واپس آئے۔

آزادی

غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے، جس کی بنا پر غزوۂ بدر واحد میں شریک نہ ہو سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آقا کو معاوضہ دے کر آزادی حاصل کرلو، تین سو کھجور کے درختوں اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام مسلمانوں سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیے، اس طریقہ سے تین سو درخت ان کو مل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے انہوں نے ان کو بٹھایا اور زمین وغیرہ ہموار کر کے ایک شرط پوری کردی، سونے کی ادائیگی کا سامان خدا نے اس طرح کردیا ،آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی غزوہ میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا مل گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمانؓ کو دیدیا ،یہ وزن میں ٹھیک چالیس اوقیہ تھا، اس سے گلوخلاصی حاصل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔ [۱]

مواخاۃ

غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگے، اس وقت

۱۔(قبل از اسلام سے آزادی تک کے کل حالات مسند احمد بن حنبل، جلد ۵، صفحہ: ۴۱ تا ۴۴ کی مختلف روایات سے ماخوذ ہیں اور ان کو لکھ دیا گیا ہے)

بالکل غریب الدیار تھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکی مہاجرین کی طرح ان سے اور ابودرداءؓ سے مواخاۃ کرادی۔ [۱]

غزوات

بدرواحد کی لڑائیاں ان کی غلامی کے زمانہ میں ختم ہوچکی تھیں، آزادی کے بعد پہلا غزوۂ خندق پیش آیا، اس میں انہوں نے اپنے حسن تدبری سے پہلی دونوں لڑائیوں کی عدم شرکت کی تلافی کردی، غزوۂ خندق میں تمام عرب کا ٹڈی دل اس ارادہ سے امنڈ آیا تھا کہ مسلمانوں کا کامل استیصال کردے اور حملہ خود مدینہ پر تھا، جس کے کسی سمت نہ قلعہ تھا نہ فصیل تھی، مقابلہ بڑا سخت تھا، ایک طرف قبائل عرب کا عظیم الشان متحدہ لشکر تھا، دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام مسلمانوں سے مشورہ کیا، سلمان فارسیؓ چونکہ ایران کی صف آرائیاں دیکھے ہوئے تھے،

۱۔(بخاری:۸۹۸/۲)

اس لیے جنگی اصولوں سے اچھی طرح واقف تھے، انہوں نے مشورہ دیا کہ اس انبوہ کا کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے، مدینہ کے چاروں طرف خندقیں کھود کر شہر کو محفوظ کر دیا جانا چاہئے، یہ تدبیر مسلمانوں کو بہت پسند آئی۔ [۱]

اور اسی پر عمل کیا گیا، خندق کی کھدوائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس شریک تھے، اور مٹی ڈھوتے ڈھوتے شکم مبارک مٹی سے اٹ گیا تھا اور رجزیہ اشعار زبان پر جاری تھے۔ [۲]

ذیقعدہ ۵ھ میں طرفین میں جنگ شروع ہوئی، عربوں کو اس طریقۂ جنگ سے واقفیت نہ تھی، وہ اس ارادے سے آئے تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے، مگر یہاں آکر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ میں خندق کی فصیل ہے، ۲۱، ۲۲ دن تک مسلسل محاصرہ قائم رہا، مگر شہر تک پہنچنا ان کو نصیب نہ ہوا اور آخر کار ناکام لوٹ

۱۔ (ابن سعد جزء ۲، قسم ۱، صفحہ: ۴۷)

۲۔ (بخاری، جلد ۲، کتاب المغازی غزوۂ خندق)

گئے۔

خندق کے علاوہ حضرت سلمانؓ تمام لڑائیوں میں شریک رہے اور غزوہ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا جس میں شریک ہو کر دادِ شجاعت نہ دی ہو۔ [۱]

عہد صدیقی اور عراق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد عرصہ تک حضرت سلمانؓ مدینہ میں رہے اور غالباً عہد صدیقی کے آخر یا عہد فاروقی کی ابتدا میں انہوں نے عراق کی اور ان کے اسلامی بھائی ابودرداءؓ نے شام کی سکونت اختیار کر لی، یہاں اقامت کے بعد ابودرداءؓ کو اللہ نے مال واولاد سے بہت نوازا، انہوں نے سلمانؓ کو خط لکھا کہ تم سے چھٹنے کے بعد اللہ نے مجھ کو مال ودولت اور اہل وعیال سے سرفراز کیا اور ارض مقدس کی سکونت کا شرف حاصل ہوا، انہوں نے جواب دیا

۱۔(اسد الغابہ:۲/۳۳۰)

کہ یاد رکھو مال واولاد کی کثرت میں کوئی بھلائی نہیں ہے، بھلائی اس میں ہے کہ تمہارا حلم زیادہ ہو اور تمہارا علم تم کو نفع پہنچائے، محض ارض مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، جب تک تمہارا عمل اس قابل نہ ہو اور عمل بھی اس طرح ہو کہ گویا اللہ تم کو دیکھ رہا ہے اور تم اپنے کو مردہ سمجھو۔

عہد فاروقی

سلمانؓ ایران کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے اور چونکہ خود ایرانی تھے اس لیے فتوحات میں بہت قیمتی امداد پہنچائی، مگر اصول اسلام کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، ایک ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت حملے سے پیشتر محصورین کو سمجھا دیا کہ میں بھی تمہارا ہم قوم تھا؛ لیکن اللہ نے مجھ کو اسلام سے نوازا تم لوگ عربوں کی اطاعت گذاری سے کسی طرح نہیں بچ سکتے، میں تم کو سمجھائے دیتا ہوں کہ اگر تم لوگ اسلام لا کر ہجرت کر کے ہم میں مل جاؤ تو تمکو اہل عرب کے حقوق

دیے جائیں گے اور جو قانون ان کے لیے ہے وہی تم پر جاری کیا جائے گا اور اگر اسلام نہیں قبول کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے ہو تو ذمیوں کے حقوق تم کو ملیں گے اور ان کا قانون تم پر نافذ کیا جائے گا، تین دن تک برابر تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے، جب اس کا کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کا حکم دیا اور مسلمانوں نے قصر مذکور بزور شمشیر فتح کرلیا۔ [۱]

فتح جلولا میں بھی شریک تھے اور وہاں مشک کی ایک تھیلی ہاتھ آئی تھی، جو وفات کے وقت کام میں لائے۔ [۲]

گورنری

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مدائن کی حکومت پر سرفراز تھے، اس کی تفصیل آئندہ عادات و اخلاق کے تذکرہ میں آئے گی۔

۱۔(مسند احمد بن حنبل:۴۴۱/۵)

۲۔(ابن سعد جزء۴، ق۱، صفحہ:۶۶)

حضرت سلمانؓ مقربین بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے، اس لیے حضرت عمرؓ ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دفعہ سلمانؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اس وقت وہ ایک گدے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، سلمانؓ کو دیکھ کر گدا ان کی طرف بڑھا دیا۔ [۱]

علالت

حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاصؓ عیادت کو گئے سلمانؓ رونے لگے، سعدؓ نے کہا، ابوعبداللہ رونے کا کونسا مقام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے خوش دنیا سے گئے، تم ان سے حوض کوثر پر ملو گے، بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی، کہا اللہ کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے، رونا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز وسامان ایک مسافر کے زادراہ سے زیادہ نہ ہونا چاہیے، حالانکہ

۱۔(مستدرک حاکم:۳/۵۵۹)

میرے گرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہیں، سعدؓ کہتے ہیں کہ کل سامان جس کو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک تسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعدؓ نے خواہش کی کہ مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے، فرمایا کہ کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت، تقسیم کرتے وقت اللہ کو یاد رکھا کرو۔ ①

اسی بیماری کے دوران میں اور احباب نے بھی نصیحت و وصیت کی خواہش کی، فرمایا، تم میں سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے اور فسق و فجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرے۔ ②

فضل وکمال

حضرت سلمانؓ کے وقت کا بڑا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں

۱۔(ابن سعد، جز ۲، قسم ۲، صفحہ:۶۵)

۲۔(ابن سعد، جز ۴، ق ۲، صفحہ:۶۵)

گذرتا تھا، اس لیے آپ علوم و معارف سے کافی بہرہ ور ہوئے، حضرت علیؓ سے آپ کے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا اور وہ ایسا دریا تھے جو پایابی سے نا آشنا رہا، وہ ہمارے اہل بیت میں تھے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے۔ ①

علم اول سے مراد کتب سابقہ کا علم اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الٰہی یعنی قرآن کا علم ہے اور اہل بیت میں اس طرح ان کا شمار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربت اختصاص کی بناء پر اور اس لیے کہ عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا، ان کو اعزازاً اپنے اہل بیت میں داخل کر لیا تھا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ جو خود بہت بڑے عالم اور صاحب کمال صحابی تھے، ان کے کمال علم کے معترف تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک

۱۔(استیعاب:۵۷۳/۲)

شاگرد سے کہا کہ چار آدمی سے علم حاصل کرنا، ان چاروں میں ایک سلمان کا نام بھی تھا۔ [۱]

ایک موقع پر خود زبان نبوت نے ان کے علم وفضل کی ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ سلمانؓ علم سے لبریز ہیں۔ [۲]

صاحب اسدالغابہ لکھتے ہیں کہ سلمانؓ فضلائے صحابہؓ میں تھے۔ [۳]

آپ کی کوششوں سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰ ہے، ان میں سے تین حدیثیں متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ ایک میں مسلم اور تین میں بخاری منفرد ہیں۔ [۴]

ابو سعید قدریؓ، ابو الطفیلؓ، ابن عباسؓ اوس بن مالک اور ابن عجزہ وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ میں ہیں۔ [۵]

۱۔(ابن سعد جزو ۲، قسم ۱، صفحہ:۶۱)

۲۔(ابن سعد، جز ۲، قسم ۱، صفحہ:۶۱)

۳۔(اسدالغابہ:۳۳۱/۲)

۴۔(تہذیب الکمال:۱۴۷)

۵۔(تہذیب التہذیب:۱۳۸/۴)

گو حضرت سلمانؓ کا علم بہت وسیع تھا، تاہم حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے، اس لیے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ سے متجاوز نہ ہو سکی، حضرت حذیفہؓ مدائن میں لوگوں سے بعض ایسی باتیں بیان کرتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصہ کی حالت میں کسی کے متعلق فرمائی تھیں، لوگ ان کی تصدیق کے لیے حضرت سلمانؓ کے پاس آئے، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہؓ زیادہ بہتر جانتے ہیں لوگوں نے حضرت حذیفہؓ سے آ کر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمانؓ کو سنائی، وہ نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تردید، حضرت ابو حذیفہؓ نے سلمانؓ سے کہا کہ جو کچھ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے، فرمایا بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو کچھ غصہ میں کہہ دیتے تھے اور بعض اوقات خوش ہو کر کچھ فرما دیتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ تم ان باتوں کو بیان کر کے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن

بنادو گے،کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا! غصہ کی حالت میں اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو اس کے حق میں خیر کر دینا پھر ان سے کہا تم اس قسم کی باتوں سے باز آؤ،نہیں تو میں عمرؓ کو آگاہ کر دوں گا۔ [۱]

چونکہ وہ اسلام سے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے،اس لیے عیسائی مذہب کے متعلق کافی معلومات رکھتے تھے،حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ سلمان دو کتابوں کا علم رکھتے ہیں،کلام اللہ اور انجیل ،مذہب عیسوی کے مسائل محض پادریوں کی زبانی نہیں سنے تھے؛ بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے توراۃ میں دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے۔ [۲]

۱۔(ابوداؤد:۱۶۹/ ۲)

۲۔(مسند احمد بن حنبل:۴۱/ ۵)

عام حالات، تقرب بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سلمانؓ صحابہ کرامؓ کے اس خاص زمرہ میں تھے جن کو بارگاہِ نبوی میں مخصوص تقرب حاصل تھا، چنانچہ صحابہ کرامؓ کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے جو بارگاہ نبوت کی پذیرائی میں حضرت سلمانؓ کی ہمسری کر سکتے ہوں، غزوۂ خندق کے موقع پر جب مہاجرین وانصار علیحدہ علیحدہ جمع ہوئے تو مہاجرین کہتے تھے کہ سلمانؓ ہمارے زمرہ میں ہیں انصار کہتے تھے کہ ہماری جماعت میں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سلمانؓ ہمارے اہل بیت میں ہیں۔ [۱]

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سلمانؓ کی شب کی تنہائی کی صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ہم لوگوں کو (ازواج) خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں ہمارے حصوں کی رات بھی

۱۔(مستدرک حاکم:۵۹۸/ ۳)

اس نشست میں نہ گذر جائے، انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے، علیؓ، عمارؓ اور سلمانؓ کی۔ [۱]

آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی سے حضرت سلمانؓ اور ان کے بعض رفقاء کے بارہ میں رنجیدہ ہو گئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان چند آدمیوں کے ساتھ حضرت صہیبؓ، بلالؓ، اور سلمانؓ کے پاس سے گذرے، ان تینوں بزرگوں نے کہا کہ اللہ کی کوئی تلوار اللہ کے دشمن (ابوسفیان) کی گردن پر نہیں پڑی، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ سردار قریش کی شان میں ایسا کلمہ زبان سے نکالتے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شاید تم

۱۔(جامع ترمذی، مناقب سلمان)

نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان لوگوں کو ناراض کیا تو گویا اللہ کو ناراض کیا، حضرت ابوبکر بہت نادم ہوئے اور آکر ان بزرگوں سے معذرت کی۔ ا

اخلاق و عادات

حضرت سلمان فارسیؓ میں مذہبی جذبہ کی شدت فطری تھی، جس طرح آتش پرستی کے زمانہ میں سخت آتش پرست اور نصرانیت کے زمانہ میں عابد و زاہد نصرانی تھے، اس طرح مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اسلام کا مکمل نمونہ بن گئے، ان کے اصلی فضل و کمال کا میدان یہی ہے۔

زہد و تقویٰ

ان کا زہد و ورع اس حد تک پہنچ گیا تھا، جس کے بعد رہبانیت کی حد

ا۔(مسلم:۲۶۲/۲)

شروع ہو جاتی ہے، اس کی ادنی مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہیں بنایا، جہاں کہیں دیوار یا درخت کا سایہ مل جاتا پڑے رہے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کے لیے مکان بنادوں، فرمایا مجھ کو اس کی حاجت نہیں وہ پیہم اصرار کرتا تھا، یہ برابر انکار کرتے جاتے تھے، آخر میں اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بناؤں گا، فرمایا وہ کیسا، عرض کیا اتنا مختصر کہ اگر کھڑے ہوں تو سر چھت سے مل جائے اور اگر لیٹیں تو پیر دیوار سے لگیں، فرمایا خیر اس میں کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنادی۔ [۱]

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تھا، مزخرفاتِ دنیا کو کبھی پاس نہ آنے دیتے تھے، وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر میں معمولی سا بچھونا اور دو اینٹیں تھیں جن کا تکیہ بناتے تھے، اس پر بھی روتے تھے اور فرماتے تھے کہ

۱۔(استیعاب، جلد: ۲/ ۵۷۲، حیدرآباد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا سازوسامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے اور میرا یہ حال ہے۔ [۱]

یہ حالت زندگی کے دور میں قائم رہی، جب امارت کے عہدہ پر ممتاز تھے، اس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا، حسن بیان کرتے ہیں کہ سلمانؓ جب پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے، اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے اس وقت بھی ان کے پاس صرف ایک عبا تھی، جس میں لکڑیاں جمع کرتے تھے اور اس کا آدھا حصہ اوڑھتے اور آدھا بچھاتے تھے۔ [۲]

رہبانیت سے اجتناب

مگر اسلام کی تعلیمات کے خلاف ان کی زندگی راہبانہ نہ تھی مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا لحاظ رکھتے تھے اور

۱۔ (مسند احمد بن حنبل: ۴۳۸، ۴۳۹/ ۵)

۲۔ (ابن سعد، جلد ۴، ق ۱، صفحہ: ۶۲)

دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے، ان کے اسلامی بھائی حضرت ابودرداؓ بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، رات بھر نماز پڑھتے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، ساری ساری رات عبادت میں گذار دیتے، حضرت سلمانؓ ان سے ملنے کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ابودرادؓ کی بیوی کو بہت خراب حالت میں دیکھا، پوچھا تم نے یہ کیا صورت بنا رکھی ہے، انہوں نے کہا کس کے لیے بناؤ سنگار کروں، تمہارے بھائی کو تو دنیا کی ضرورت باقی نہیں رہی، حضرت ابودرداؓ جب گھر آئے تو ملنے ملانے کے بعد کھانا منگایا، مگر خود معذرت کی کہ میں روزہ سے ہوں، فرمایا جب تک تم نہ کھاؤ گے میں بھی نہ کھاؤں گا، پھر رات کو حضرت سلمانؓ ان کے پاس ہی لیٹے اور ان کو دیکھتے رہے، جب وہ عبادت کو اٹھے تو روک کر فرمایا کہ تم پر تمہارے رب، تمہاری آنکھ اور تمہاری بیوی سب کا حق ہے، روزوں کے ساتھ افطار اور شب بیداری کے ساتھ سونا بھی

ضروری ہے، اس کے بعد دونوں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ نے ابودرداءؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلمانؓ تم سے زیادہ مذہب کے واقف کار ہیں۔

سادگی

حضرت سلمانؓ کی تصویر حیات میں سادگی بہت غالب تھی، جو ہر زمانہ میں یکساں قائم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ میں جب کہ شان وشوکت اور خدم وحشم کے تمام لوازم ان کے لیے مہیا ہو سکتے تھے، اس وقت بھی ان کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا، لباس میں ایک عبا اور ایک اونچا پائجامہ ہوتا تھا، ایرانی اس ہیت کو دیکھ کر گرگ آمد، گرگ آمد، کہتے، ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ میں اس شان سے نکلے کہ سواری میں بلازین کا گدھا تھا لباس میں ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی، جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگیں کھلی ہوئیں تھیں، لڑکے اس ہیت کذائی میں دیکھ کر پیچھے لگ گئے، لوگوں نے یہ

طوفان بے تمیزی دیکھا، تو ڈانٹ کر ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیوں کرتے ہو، ایک مرتبہ ایک دستہ فوج کی سرداری سپرد ہوئی، فوجی امارت کی شان وشوکت کا کیا ذکر، یہاں معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھ کر ہنستے اور کہتے کہ یہی امیر ہیں۔ [۱]

ابو قلابہ راوی ہیں کہ ایک شخص سلمانؓ کے یہاں گیا، دیکھا کہ وہ بیٹھے، آٹا گوندھ رہے ہیں۔

پوچھا خادم کہاں ہے، کہا کام سے بھیجا ہے، مجھ کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دو دو کاموں کا بار اس پر ڈالوں۔ [۲]

اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگوں کو اکثر مزدور کا دھوکہ ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ ایک عبسی نے جانور کے لیے چارہ خریدا، حضرت سلمانؓ کھڑے تھے ان سے کہا اس کو گھر تک پہنچا دو، وہ اٹھا کر لے چلے، راستہ میں لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے لائیے ہم

۱۔(ابن سعد، جزء۴، ق۱، صفحہ:۶۲)

۲

پہنچا دیں یہ حال دیکھ کر عبسی نے پوچھا یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہیں وہ سن کر بہت نادم ہوا اور کہا آپ تکلیف نہ کیجئے؛ لیکن انہوں نے فرمایا، اس میں مجھے نیت کا ثواب مقصود ہے، اب میں اس بوجھ کو بغیر پہنچائے ہوئے نیچے نہیں رکھ سکتا۔

فیاضی

فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی آپ کا نمایاں وصف تھا، آپ کو جس قدر وظیفہ ملتا تھا اس کو کل مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود چٹائی بُن کر معاش پیدا کرتے تھے اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتے، ایک تہائی بال بچوں پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، ارباب علم کے بڑے قدر دان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ آجاتی تو حدیث نبوی کے شائقین کو بلا کر کھلا دیتے تھے۔

صدقات سے اجتناب

صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے، اگر کسی چیز میں صدقہ کا ادنیٰ شائبہ ہوتا تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنادیجئے، فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے، کہا میں لوگوں سے مانگ کر ادا کردوں گا، فرمایا تم مجھ کو لوگوں کے ہاتھ کا دھوون کھلانا چاہتے ہو۔ [۱]

حالانکہ اس کا مانگا ان کے لیے صدقہ نہ رہ جاتا۔

حلیہ

بال گھنے، کان لمبے اور دراز قامت تھے۔

واللہ اعلم

۱۔ (ابن سعد، جز ۴ قسم ۱، صفحہ: ۶۴)